Lesson 4: Al-Kahf (Ayaat 32-59): Day 17

سُوۡرَةُ الکھف کی تفسیر

بہت خوبصورت سبق ہے اور دلسوزی والی آیات ہیں۔ سورۃ کھف کا مین تھیم مادہ پرستی کا رَدّ ہے۔ یہ ان آیات اُسکو بہترین طریقے سے آگاہ کرتی ہیں۔ یہ اُن آیات میں سے ہیں جو کسی کی ترجیحات کو بدل سکتی ہیں۔ اس دعا کے ساتھ سبق شروع کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہماری ترجیحات بھی بدل دے۔

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ فَاَصۡبَحَ هَشِيۡمًا تَذۡرُوۡهُ الرِّيٰحُ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ مُّقۡتَدِرًا ﴿۴۵﴾

اور ان سے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کردو (وہ ایسی ہے) جیسے پانی جسے ہم نے آسمان سے برسایا۔ تو اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی مل گئی۔ پھر وہ چورا چورا ہوگئی کہ ہوائیں اسے اڑاتی پھرتی ہیں۔ اور خدا تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

دل کو عجیب اداس کرنے والی آیت ہے اور انسان کا اپنے بارے میں سوچنے کو دل کرتا ہے کہ دنیا کی زندگی اتنی بے ثبات ہے کہ جیسے آسمان سے پانی کا برسنا، اس کے ساتھ سبزے کا ملنا، کچھ دن کی بہار، پھر زردی، پھر خُشکی اور پھر درختوں سے جھڑ جانا، یہ ہے 'زندگی'۔ اس زندگی کو ہم پکڑ نہیں سکتے، گزرتے وقت کو روک نہیں سکتے، جس طرح جب سڑک پہ گاڑی چڑھ جائے تو وہ اس وقت تک نہیں رکتی جب تک کہ اس کو ڈرائیور ہی نہ روکے۔ اللہ کی ذات نے ہم سب کو اس دنیا کے روڈ پر ڈال دیا ۔ جیسے بچہ دنیا میں آتا ہے اس آیت کو پڑھ کے تو دیکھیں، نیا نیا انسان دنیا میں آتا ہے، سب خوش ہوتے ہیں، مبارک باد دیتے ہیں۔ جس وقت کسی کو اولاد ملتی ہے، دل کتنا خوش ہوتا ہے، لیکن کوئی اس

وقت سوچے کہ آج معصوم سابُت، گلاب کی پتیوں جیسے اس کے ہونٹ، ہاتھ لگائیں تو ہاتھوں کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے بھی مسکرا دے، کل اس کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ ہو سکتا ہے اسی بچے کے پہلو میں بیٹھی ہوئی اس کی نانی یا دادی جھریوں سے بھرا ہوا چہرہ اور اپنے چہرے پر یہ حقیقت کھولے ہوئے وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ کہ اس بچے کو بتاؤ، کہ جس دنیا میں تم آئے ہو یہ کوئی موج مستی کی جگہ نہیں ہے، دنیا کی کھیتی تمہارے لئے ایسی جگہ نہیں ہے جہاں تم دل لگاؤ۔ آ رہے ہو، جلدی سے گزر جانا ٹھہر کے نہ دیکھنا، یہ دنیا کی بستی ایسی ہے کہ مل جائے تو مٹی، نہ ملے تو سونا ہے۔ اس طرح انسان امیدوں سے بھرا ہوا دنیا میں آتا ہے، اس بچے کو دنیا میں آتا دیکھ کر دوسرے بڑی امیدیں لگا لیتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے یہ بچہ بڑا ہو کر میرا معاشی طور پر مددگار بنے گا۔ کوئی ماں کہتی ہے میں اس کے ماتھے پر سہرا بندھا دیکھوں گی، باپ کہتا ہے یہ بڑھاپے میں کاروبار کو سنبھالے گا۔ ابھی دنیا میں آیا ہی ہے تو امید لگ گئی۔

اگر ہم پانی کے ساتھ بچے کا وجود لیں تو انسان کا وجود بھی تو پانی سے ہی بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا وَاضۡرِبۡ بیان کیجئے۔ کہ ان کے کانوں کے پردے تک یہ بات آجائے کہ مَّثَلَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ، اور ان سے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کر دو (وہ ایسی ہے) جیسے پانی جسے ہم نے آسمان سے برسایا۔ یہاں کسی ایک بشر کی زندگی کا نہیں کہا گیا بلکہ مَّثَلَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا پوری دنیا کی زندگی، ساری دنیا کی مثالیں اگر جمع کر لیں وہ اس طرح ہے كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ جیسے ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ اگر دنیا کی زندگی کو دیکھیں تو اس سے ایک چھوٹا سا اشارہ ملتا ہے اس کی وضاحت قرآن کی ایک اور آیت سے بھی ہوتی ہے اور حدیث سے بھی مفہوم ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو

پانی سے پیدا کیا۔ سورہ نور میں بھی ہے کہ ہر چیز پانی سے پیدا ہوئی ہے اور آج سائنس بھی اسی چیز سے متفق ہو رہی ہے کہ انسانیت کا آغاز پانی سے ہوا تھا۔ اگر بچے کی پیدائش کو دیکھیں تو اس کا آغاز بھی پانی سے صورت طارق میں آتا ہے۔

خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿٦﴾ يَّخۡرُجُ مِنۡۢ بَيۡنِ الصُّلۡبِ وَالتَّرَآئِبِ ﴿٧﴾ وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے جو پیٹھ اور سینے کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔

کہا! حقیر پانی یعنی معمولی پانی سے انسان تو پیدا ہوا اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ تھا، آسمان سے ایسے بارش آتی ہے، بچہ پیدا ہو گا یا نہیں، حمل ٹھہرے گا یا نہیں، یہ فیصلہ بھی آسمان سے ہی ہوتا ہے۔ ماں باپ کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہوتا اس کے بعد فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ اس کا معنی ہے گڈ مڈ ہو جانا۔ جیسے بہت ساری چیزیں مکس اَپ ہو جائیں تو سمجھ نہیں آتا۔ اسی طرح اگر بچے کی پیدائش کو دیکھیں باپ کا پانی کا ماں کے رحم میں جانا اور وہاں اس پانی کا مکس اَپ ہو جانا ہے، اس میں اس طرف اشارہ ہے نَبَاتُ الۡاَرۡضِ یعنی بچہ پیدا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کر دیا۔ پیچھے سورہ یونس میں اس پر تفصیل سے بات ہوئی ہے۔

پھر بیچ میں تھوڑے سے اور دور آئے لیکن یہاں تو ایسے لگتا ہے کہ بچہ پیدا ہوا تو فَاَصۡبَحَ هَشِيۡمًا تَذۡرُوۡهُ الرِّيٰحُ پھر کر دیا اُس کو خُشک گھاس، یہاں اس طرف اشارہ ہے کہ جب خزاں آتی ہے تو وہی پتے چورا چورا ہو کر گر جاتے ہیں، تَذۡرُوۡهُ الرِّيٰحُ پھر ہوا ان کو اڑائے پھرتی ہے۔ خزاں کے موسم میں باہر سرسراہٹ ہوتی ہیں، اس ہوا کے اندر عجیب سی اداسی ہوتی ہے۔ یہ ہوا بندے کے بڑھاپے کی بات ہے۔ سورہ یونس میں ہمیں یہ مفہوم ملا کہ بالکل جوانی میں موت آگئی۔ ابھی پودا لگا ہی تھا، سرسبز ہوا تو

خشکی آ گئی۔ یہاں ایسے لگتا ہے کہ بڑھاپا آ گیا، اشارہ یہ ہے کہ جوانی میں چلے جاؤ یا بڑھاپے میں چلے جاؤ، انجام ایک ہی ہے۔

جس طرح بوڑھے لوگوں کو آج اولاد اولڈ ہوم میں پھینک آتی ہے، وہی چیز جو ایک دور میں خوشی تھی، اگلے دور میں وہ بوجھ بن جاتی ہے۔ انسان اتنا کمزور ہے کہ کوئی بھی کام کرتا ہے تو شروع میں بڑا جوش ہوتا ہے اور بعد میں منتظر ہوتا ہے کہ کوئی اور ہی کر دے۔ یہ بوڑھے ماں باپ صرف پیار کی حد تک ہی ٹھیک ہیں ہم ان کو سنبھال نہیں سکتے وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا اور اللہ تو ہر چیز پر اقتدار رکھتا ہے قدرت رکھنے والا ہے۔ اس آیت کو پڑھ کر جب دل خالی ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپشن دکھائی۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿٤٦﴾

مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق و) زینت ہیں۔ اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے پروردگار کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں۔

یہ دنیا تو یا مال کی صورت میں ملتی ہے یا اولاد کی صورت میں ملتی ہے اور کوئی ایسا نہیں ہے جو یہ کہے کہ مجھے ان دو چیزوں کی خواہش نہیں ہے اور مجھے ان کو دیکھ کر خوشی نہیں ہوتی۔ اکثر لوگ اسی لیے بے مزا رہتے ہیں کہ ان کے پاس ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز نہیں ہوتی۔ جب یہ چیزیں ملتی ہیں تو بندے کا زمین پر پاؤں ہی نہیں پڑتا۔ چال بدل جاتی ہے، اکڑ آ جاتی ہے۔ پچھلی آیت میں دنیا کی حقیقت کا پتہ چلا، تو مال اور اولاد کی حقیقت کا بھی پتہ چل گیا، مال مال نہیں رہے گا اگرچہ انسان کا میلان کتنا ہی ہو اَلْمَالُ، اس کو مال اس لیے کہتے ہیں کہ انسان کا اس کی طرف جھکاؤ ہوتا ہے۔ بیٹے

،اولاد، دل کتناہی کیوں نہ لگے لیکن یہ دنیاہی کی کھیتیاں ہیں۔ ہمارے پاس آپشن کیا ہے وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ باقی رہنے والی نیکیاں۔ یوں لگ رہا ہے کہ مال اور اولاد کے تقابل میں وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ آئی ہیں کہ ان کو چھوڑ دو وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ کرنے لگ جاؤ کیونکہ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا۔ وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے پروردگار کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں۔

یہاں تقابل کے لیے نہیں آیا۔ اس آیت کا پیغام یہ نہیں ہے کہ اولاد اور بیٹے چھوڑ دو، تسبیح لے کے اس پر وظائف کرتے رہو تو تمہارے لئے بٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہونگے، بلکہ یہ کہا گیا کہ اولاد اور مال کو باقی رہنے والیاں نکیا بنالو۔ اس ٹھنڈک کو صرف دنیا کی ٹھنڈک نہ سمجھو۔ کوشش کروگے یہ ٹھنڈک تمہاری آخرت تک چلے اور یہ بات سورہ حدید میں بہت اچھی طرح سے سمجھیں گے۔ ادھر بھی بڑا عجیب انداز ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اختیار کیا ہے اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا، دنیا کی کہانی وہاں بڑے خوبصورت انداز میں بیان کی ہے۔ تو یہاں یہ نہیں کہا کہ ان کو چھوڑ دو بلکہ کہا ہے کہ فکر کرو یہ تمھارے ساتھ آگے بھی جائیں۔ اگر ہم قرآن وسُنت کا مزاج سمجھیں تو میں ایک جُملہ بولتی ہوں، آپ کی اولاد ہے، یہ اصلی اولاد نہیں ہے۔ آپ کے شوہر اصلی شوہر نہیں ہیں۔ روایات سے جو مات ملتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم جب کل قیامت کے میدان میں کھڑے ہوں گے تو دنیا کے ساتھ جو رشتہ اور جو محبت تھی، یہ اس وقت نسب کے بجائے ہمارے اعمال کے ساتھ جڑ چکی ہوں گی۔

مثلاً اگر دنیا میں اولاد سے بہت محبت تھی اور خواہش تھی کہ یہ اولاد نیکی پہ آجائے، وہاں جاتے ہی انسان کا دل بالکل احساسات سے خالی ہو جائے گا۔ ورنہ کیا حضرت نوح علیہ السلام کو جنت اچھی لگے

گی، جب بیٹا کنعان یاد آئے گا۔ اصل رشتے وہاں جا کر بنیں گے۔ اگر دنیا کے رشتے اصلی ہوں تو چھوڑ کر کیوں جائیں، بیچ راستے میں ساتھ ٹوٹ جاتا ہے، کل اصل رشتے وہاں جا کر بنیں گے۔

مثلاً آسیہ جو فرعون کی زوجیت میں تھیں، کیا کل وہ اس کی زوجیت میں ہوں گی، نہیں ہوں گی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں پیغام دے رہے ہیں کہ تم ان رشتوں کو ابدی رشتوں میں بدل لو بَنُوْنَ کو وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ بنالو۔ پہلی چیز مال ہے، تو مال کو دیکھ لیں کہ جو تمہارے پاس مال ہے تم خود ہی اس پہ نہ جھکے رہو بلکہ اس کو ایسے راستے میں لگا دو کہ کل تمہارے بعد وہ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ بن جائے۔ یہ مال ہماری چھوٹی چھوٹی پنیری ہے، یعنی بوٹیاں، اچھی سی زمین دیکھ کر وہاں جا کر لگا دیا کریں۔ تلاش میں رہا کریں کہ میرا یہ مال کہاں لگے گا، کون سے موسم میں لگے گا اور کہاں اس کی حفاظت صحیح ہو گی۔ سورۃ بقرہ میں تین لفظ پڑھے تھے۔

1۔ مال کو بے موقع پھینک دیں تو بھی صحیح نہیں چلتا۔

2۔ اگر پنیری بھی بے موسم کی ہو تو بھی نہیں لگتی۔

3۔ اور آگے سے کوئی حفاظت نہ کرے تو بھی ضائع ہو جاتی ہے۔

اس لئے جب کوئی مناسب موقع ہو تو آپ اپنے مال کو بہترین طریقے سے استعمال کر سکتے ہیں۔ بَنُوْنَ کہہ کر اس میں 'بنات' بھی شامل ہیں۔ بہت سارے لوگ اس آیت سے یہ دھوکا کھا جاتے ہیں کہ بیٹیوں کا تو ذکر ہی نہیں ہے۔ عربی زبان میں یہاں تغلیق کا صیغہ ہے کہ بیٹا بیٹی پہ غالب آتا ہے لہٰذا بیٹا بول کر بیٹی کہا جیسے قرآن پاک اٰمَنُوْ میں اٰمِنَات بھی ہوتی ہیں۔

بیٹوں کے بارے میں پہلی بات یہ ہے کہ جب ان کو مانگو رَبِّ هَبۡ لِيۡ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مانگا۔ اور مانگو تو حضرت زکریا علیہ السلام کی طرح کہو قَالَ رَبِّ هَبۡ لِيۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً یعنی نیک اولاد مانگنی چاہیے۔ جن کی ابھی شادی نہیں ہوئی وہ بھی دعا کریں کہ اے اللہ جب میری شادی ہو تو مجھے نیک اولاد دینا۔

جو نیکیاں ابھی پوری نہیں ہو پارہیں، اس کی خواہش کے لئے دعا شروع کر دیں اللہ وہ اولاد کی صورت میں پوری کر دے گا۔

اولاد کو وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ بنانے کا دوسرا اینگل یہ ہے، کہ جب اللہ تعالیٰ اولاد کی امید لگا دے تم ماں اور باپ اپنے تعلقات کے بیچ میں اس طرح کے تعلقات نہ لے آئیں کے پیٹ کا بچہ وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ بننے سے رُک جائے۔ لہذا شوہر بیوی کا تعلق جتنا فطری ہو گا، اتنا ہی آنے والی اولاد وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہو گی۔

4۔ پھر اسی طرح دعا پڑھو اَللّٰهُمَّ۔۔۔۔ پھر اس کے بعد جو بچہ پیدا ہو تو وہ ساری سنتیں پوری کی جائیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

5۔ اس کے بعد پھر ماں بچے کو پیٹ میں وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ کی طرف مائل کر سکتی ہیں۔ اپنے معمولات کو ٹھیک رکھ کے، اس کا قرآن پڑھنا، دین کے لئے دوڑ بھاگ کرنا۔ اس طرح کی باتوں کو سوچنا، آنے والے بچے پر بڑا اثر پڑتا ہے۔

6۔ کئی بچے اس طرح سے ہوتے ہیں جو ماؤں کے پیٹ سے ہی پورا قرآن سن کے آتے ہیں اور خوش قسمت ہیں وہ مائیں جو بچوں کو پیٹ میں رکھ کے اللہ کے دین کی طرف آتی ہیں اور انسانیت کی خدمت کرتی ہیں۔

7۔ پھر اس کے بعد اصل مرحلہ تربیت کا شروع ہوتا ہے۔ بچہ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ میں تب ڈھلتا ہے جب اس کی مناسب تربیت کی جائے۔ اچھی تربیت کے لئے ماں باپ کی خود اچھی تربیت ہونا لازمی ہے۔ بچے کو کسی اسلامی ادارے میں بھیج کے آپ سوچ لیں کہ یہ عالم بن جائے گا جبکہ گھر کا ماحول دینی نہ ہو تو یہ انسان کی غلط فہمی ہے۔ اس لیے گھروں کے ماحول کو ٹھیک رکھیں۔

8۔ اور جب بندے کی نیت شروع سے ہی اچھی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ تو فرمایا یہ ہے جس کی تم تمنا کرو (خیر عند ربک) اللہ کے پاس ثواب کے اعتبار سے جو بڑی خوبصورت چیز ہے ۔ جن کے پاس مال اور بیٹے نہیں ہوتے تو کیا وہ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ سے محروم ہو جاتے ہیں، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ کی توفیق دے۔ یہ کیسے ہو گا اسکو بھی دیکھ لیں؛

مسند احمد، ابن حبان اور حاکم میں ابو سعید الخذری سے روایت ہے اللہ کے نبیؐ نے فرمایا؛ باقیات الصالحات کو زیادہ سے زیادہ جمع کیا کرو۔ عرض کیا گیا وہ کیا ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "سبحان اللہ لا الہ الا اللہ الحمد اللہ ہی اللہ اکبر ولا حولولا قوۃ الا باللہ" کہنا۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں سبحان اللہ، والحمد للہ، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کے بارے میں فرمایا کہ یہ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے آپ ؐ نے حضرت جابرؓ سے کہا کہ تم لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کرو۔ یہ 99 دروازے مشکلات اور بیماریوں کے بند کرتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ جو سب سے کم درجے کا دروازہ بند کرتا ہے وہ فکر اور غم ہے۔ یعنی لاحولا ولا قوتا الا باللہ سے غم دور ہو جاتے ہیں۔ یہ زبان کے وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہیں۔

اسی طرح وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ میں پانچ وقت کی نماز بھی ہے۔ اس کے بارے میں بھی ایک روایت ہے۔

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ سے مراد متعلق اعمال صالح ہیں۔ انسان کی ہر بات باقیات الصالحات بن جاتی ہے اگر وہ اس نیت سے کرے کہ یہ آگے چلے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے؛ کہتے ہیں کہ کھیتی دو قسم کی ہوتی ہے۔ دنیا کی کھیتی تو مال اور اولاد ہے اور آخرت کی کھیتی وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ کسی کو اللہ تعالیٰ دونوں دے دیتے ہیں اور اللہ ہمیں انہیں میں کر دے۔ آمین

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

حسن بصری کہتے ہیں کہ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ سے مراد انسان کی نیت اور ارادہ ہیں کہ اعمال صالحہ کی نیت اس پر موقوف ہے۔ بڑی گہری بات ہے؛ اگر آپ کہیں پہاڑ بھی لگا دیں لیکن اگر نیت ٹھیک نہیں ہے تو وہی مثال کہ غلط ایڈریس پر پیکیج پہنچ جائے گا یعنی رب کے پاس نہیں پہنچے گا۔

عبید بن عمر کہتے ہیں کہ وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ سے مراد نیک بیٹیاں ہیں کہ وہ اپنے والدین کے لئے سب سے بڑا ذخیرہ ثواب ہیں۔ اللہ ہمیں بھی اپنے ماں باپ کے لئے ایسا ہی کر دے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایسے شخص کو دیکھا جس کو جہنم میں لے جانے کا حکم دیا گیا تو اس کی نیک لڑکیاں اس کو چمٹ گئیں اور رونے لگیں اور شور کرنے لگ گئیں اور اللہ سے فریاد کرنے لگیں کہ اللہ انہوں نے ہم پر دنیا میں بڑا احسان کیا تھا اور ہماری تربیت میں محنت اٹھائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم فرما دیا۔ یہ تفسیر قرطبی کی روایت ہے۔

وخیرُ اٰمَلاَ۔ اس کی آرزو کرو۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ تم دنیا کے مال اور اولاد کی تمنا تو رکھتے ہو لیکن کوشش کرو کہ یہ وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰت ہوں۔

انسان انہی دو چیزوں کے ساتھ بھی نیکیاں کما سکتا ہے۔ بلکہ اولاد ماں باپ کا زیادہ ہاتھ بنتی ہے، اُس کے مشن کو پورا کرتی ہے، اور اولاد ایک ایسی چیز ہے جس پر بندہ مان رکھ سکتا ہے، اگر اُنکی اچھی تربیت کی ہو تو۔ اسی طرح مال کے اندر بھی انسان کو بڑا مان ہوتا ہے، اگر ہاتھ میں مال ہو تو کسی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہوتے ہیں۔ صحابہ کے پاس مال آتا تو وہ کہتے تھے کہ ہم دوسروں کی ضرورت پوری کریں گے۔ لہٰذا اگر مال ہے تو اس کو برا نہ کہیں، اولاد ہے تو خوشیاں منائیں لیکن تمنا یہ ہو کہ اللہ اسے باقی رہنے والا بنا۔ آگے اللہ تعالیٰ کی قیامت کے کچھ مناظر سامنے رکھتے ہیں تاکہ دنیا کی حقیقت اور اچھی طرح سامنے آجائے۔

وَيَوۡمَ نُسَيِّرُ الۡجِبَالَ وَتَرَى الۡاَرۡضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرۡنٰهُمۡ فَلَمۡ نُغَادِرۡ مِنۡهُمۡ اَحَدًا ﴿۴۷﴾

اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو صاف میدان دیکھو گے اور ان (لوگوں کو) ہم جمع کر لیں گے تو ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔

نُسَيِّرُ سیر سے چلانا۔ یعنی پہاڑ چلنے لگیں گے۔ قیامت کا دھماکہ اتنا بڑا ہو گا کہ وہ پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہلا دے گا۔ دنیا میں اتنی انرجی بھر جائے گی کہ اس کی وجہ سے پہاڑ چلنے لگیں گے وَتَرَى الۡاَرۡضَ بَارِزَةً اور تم زمین کو بالکل بنجر دیکھو گے جب پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے تو اور چٹیل میدان پیچھے رہ جائے گا وَّحَشَرۡنٰهُمۡ پھر مال بنانے والوں کو، نیکیاں کرنے والوں، اور نیکیوں کو ضائع کرنے والوں کو اکٹھا کریں گے فَلَمۡ نُغَادِرۡ مِنۡهُمۡ اَحَدًا پس ان میں سے کسی ایک کو بھی پیچھے نہیں رہنے دیں گے کسی کو پیچھے نہیں چھوڑیں گے سب اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو ان کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ کی ذات سچی تھی۔ سب رونقیں ختم، جن کے لئے بیٹھے ہوئے تھے سب اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے۔ جتنی نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں، اتنے صدمے زیادہ آتے ہیں۔

روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دور تھے جبرائیلؑ آپؐ کے پاس آئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس کو چاہنا ہے چاہ لیں لیکن ایک دن تو جانا ہے، جس سے جتنی محبت ہے، کرے لیں جدائی تو آنی ہے۔ (حضرت فاطمہ کے بارے میں آتا ہے)۔ زندگی ہر روز فنا کا پیغام دے رہی ہے۔

وَعُرِضُوا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ اور سب تمہارے پروردگار کے سامنے صف باندھ کر لائے جائیں گے (تو ہم ان سے کہیں گے کہ) جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا (اسی طرح آج) تم ہمارے سامنے آئے لیکن تم نے تو یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم نے تمہارے لئے (قیامت کا) کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا۔

سیدھی صفوں میں اپنے رب کے سامنے ہوں گے۔ نمازوں میں صفیں باندھنا اصل میں وَعُرِضُوا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا کی تیاری ہوتی ہے۔ جن کی صفیں دنیا میں ٹیڑھی ہوں گی، اُنکے دل بھی ٹیڑھے ہوں گے۔ سر جھکے ہوئے ہوں گے، زندگی پیچھے رہ گئی کچھ بھی ہاتھ میں نہ آیا، پھر پوچھا جائے گا بتاؤ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ ہم کہیں گے اُنکو کہ آگئے ہمارے پاس، جس طرح ہم نے پیدا کیا تمہیں پہلی بار۔ بالکل اسی طرح کا تذکرہ صورت انعام میں بھی پڑھ چکے ہیں، بالکل تنہا، اکیلے، جس طرح پہلی دفعہ پیدا کیا تھا بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا۔ لیکن تم نے تو یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم نے تمہارے لئے (قیامت کا) کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا۔

تم تو یہ گمان کرتے تھے کہ سب نے مر جانا ہے میں نے نہیں مرنا اور آج خالی ہاتھ آگئے ہو۔ پہلی دفعہ پیدا کرنے سے مراد ہے کہ جس طرح تم دنیا میں خالی ہاتھ آئے تھے۔ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا اے لوگو تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے ننگے پاؤں اور ننگے بدن چلتے ہوئے آؤ گے۔ كَمَا خَلَقْنٰكُمْ میں تین باتیں ہیں۔ دنیا میں ننگے بدن اور ننگے پاؤں آئے تھے۔ اور دوسرا یہ کہ پیدل چلتے ہوئے آؤ گے۔ جس کو سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔ کیونکہ ان کو آگ میں ڈالتے ہوئے خلط اتر گئی تھی۔ یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سوال کیا ہے اللہ کے رسول قیامت

کے دن سب لوگ ننگے ہونگے اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا اے صدیق کی بیٹی صدیقہ اس روز ہر کسی کو ایسا شغل اور ایسی فکر گھیرے ہوئے ہو گی کہ کسی کو کسی کی طرف دیکھنے کا ہوش نہ ہو گا اور سب کی نظریں اوپر اٹھی ہوئی ہوں گی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اس دن سب غیر مختون یعنی کسی کا ختنہ نہیں کیا ہو گا بَلۡ زَعَمۡتُمۡ اَلَّنۡ نَّجۡعَلَ لَـكُمۡ مَّوۡعِدًا۔

لیکن تم نے تو یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم نے تمہارے لئے (قیامت کا) کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا۔

بعض کہتے ہیں کہ ہم تو کفن پہنا کے دفناتے ہیں تو اس سے کفن کا کیا ہو گا، کفن تو یہیں رہ جائے گا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا جب موت کا وقت آیا تو کہا مجھے کفن پرانی چادر میں دینا، نئ چادریں زندوں کے کام آئیں گی۔ پھر مسکرائے اور کہا یہ چادریں تو تھوڑی دیر میں ویسے ہی بدل دی جائیں گی اشارہ تھا کہ جب نیک انسان مرتا ہے تو جنت سے کفن آتا ہے۔

بعض لوگ کسی کے نیک اور بد ہونے کا معیار یہ بناتے ہیں کہ فلاں کو تو کفن بھی نصیب نہیں ہوا۔ لیکن فکر یہ ہے کہ کل وہاں پہنچیں گے تو پاس وہی ہو گا جو لے کے آئے تھے۔

وَوُضِعَ الۡـكِتٰبُ فَتَرَى الۡمُجۡرِمِيۡنَ مُشۡفِقِيۡنَ مِمَّا فِيۡهِ وَيَقُوۡلُوۡنَ يٰوَيۡلَتَنَا مَالِ هٰذَا الۡـكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً اِلَّاۤ اَحۡصٰىهَا‌ ۚ وَوَجَدُوۡا مَا عَمِلُوۡا حَاضِرًا‌ ؕ وَلَا يَظۡلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾

اور (عملوں کی) کتاب (کھول کر) رکھی جائے گی تو تم گنہگاروں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا) ہو گا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے ہائے شامت یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی

ہے نہ بڑی کو۔(کوئی بات بھی نہیں) مگر اسے لکھ رکھا ہے۔اور جو عمل کئے ہوں گے سب کو حاضر پائیں گے۔اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

اس دن نہ کوئی بڑا چھُٹے گا اور نہ کوئی چھوٹا، ہر چیز وہاں موجود ہو گی وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا اور پالیں گے اُس دن وہ عمل اپنے سامنے جو انہوں نے کیے تھے وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا اور آپ کا رب تو کسی پر زیادتی نہیں کرتا۔اس آیت کو پڑھ کے خیال آتا ہے کہ دنیا میں ہمیں رشتہ داروں کا، ماں باپ کا یا کسی نہ کسی کا ڈر ہوتا ہے لیکن قیامت کے دن کس کا ڈر ہو گا مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ ، ڈر رہے ہوں گے، مِمَّا ، جو ، فِيْهِ ، اس میں ہے۔ یعنی انسان سب سے زیادہ جو نامہ اعمال میں درج ہو گا، اُس سے ڈر رہا ہو گا۔ قیامت کے دن میں اپنے کس کس عمل سے ڈر رہی ہوں گی۔

لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اس ریکارڈر کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا کریں۔

شعور کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی ضرورت ہے۔وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا یہ چھوٹی بات نہیں ہے۔ عمل حاضر کر دیئے جائیں گے، کہیں وہ مال سانپ اور بچھو بن کر گلے میں لٹک رہا ہو گا جس پر زکوۃ نہ دی ہو گی۔ کہیں انسان کے گناہ اس کے کندھوں پر بیل اور گائے کی شکل میں سوار ہوں گے ،اور کبھی کبھی نیکیاں بھی سامنے آئیں گی۔اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی کے لئے موٹے جانور ڈھونڈا کرو کیوں کہ قیامت کے دن یہ جانور پل صراط پر تمہارے کام آئیں گے اور تمہاری سواریاں ہوں گے۔اور اسی طرح یتیم کا مال ناحق کھانے والے کے بارے میں آتا ہے کہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہونگے۔